ایک بچّہ اور جگنو

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

مرتب : افضال احمد





ایک بچہ اور جگنو کی باتیں

سناؤں تمھیں بات اک رات کی
کہ وہ رات اندھیری تھی برسات کی
چمکنے سے جگنو کے تھا اک سماں
ہوا پر اڑیں جیسے چنگاریاں
پڑی ایک بچہ کی ان پہ نظر
پکڑ ہی لیا ایک کو دوڑ کر
چمکدار کیڑا جو بھایا اسے
تو ٹوپی میں جھٹ پٹ چھپایا اسے
وہ جھم جھم چمکتا اِدھر سے اُدھر
پھرا کوئی رستہ نہ پایا مگر
تو غمگین قیدی نے کی التجا
آ چھوٹے شکاری مجھے کر رہا



جگنو

خدا کے لئے چھوڑ دے چھوڑ دے!
مری قید کے جال کو توڑ دے!

بچہ

کروں گا نہ آزاد اس وقت تک
کہ میں دیکھ لوں دن میں تیری چمک

جگنو

چمک میری دن میں نہ دیکھو گے تم
اُجالے میں ہو جائے گی وہ تو گُم

بچہ

ارے چھوٹے کیڑے نہ دے دم مجھے
کہ ہے واقفیت ابھی کم تجھے
اُجالے میں دن کے کُھلے گا کمال
کہ اتنے سے کیڑے میں کیا ہے کمال
دھواں ہے نہ شعلہ نہ گرمی نہ آنچ۱
چمکنے کی تیرے کروں گا میں جانچ

جگنو

یہ قدرت کی کاریگری ہے جناب
کہ ذرہ کو چمکائے جوں آفتاب
مجھے دی ہے اس واسطے یہ چمک
کہ تم دیکھ کر مجھکو جاؤ ٹھنک
نہ الٹر پنے سے کرو پائمال
سنبھل کر چلو آدمی کی سی چال

۱۔ آگ





گرمی کا موسم

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ
بہا ایڑی سے چوٹی تک پسینہ
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا
ہُوا پیروں تلے پوشیدہ سایہ
چلی لُو اور تڑاکے کی پڑی دھوپ
لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ
زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے
کوئی شعلہ ہے یا پچھوا[۱] ہوا ہے
در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے
بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے
پرندے اڑ کے ہیں پانی پہ گرتے
چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے
درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں
مگر ڈر سے پڑے ہیں کھاڑیوں میں



نہ کچھ پوچھو غریبوں کے مکاں کی
زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کمرہ
ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ[۲]
امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے، اللہ بیلی

۱۔ پچھم کی ہوا ۲۔ پھل



سچ کہو

سچ کہو سچ کہو ہمیشہ سچ
ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ
سچ کہو گے تو تم رہو گے عزیز[1]
سچ تو یہ ہے کہ سچ ہے اچھی چیز
سچ کہو گے تو تم رہو گے شاد
فکر سے پاک، رنج سے آزاد
سچ کہو گے تم رہو گے دلیر[2]
جیسے ڈرتا نہیں دلاور[2] شیر
سچ سے رہتی ہے تقویت[3] دل کو
سہل کرتا ہے سخت مشکل کو
سچ ہے ساری معاملوں کی جان
سچ سے رہتا ہے دل کو اطمینان
سچ میں راحت ہے اور آسانی
سچ سے ہوتی نہیں پشیمانی

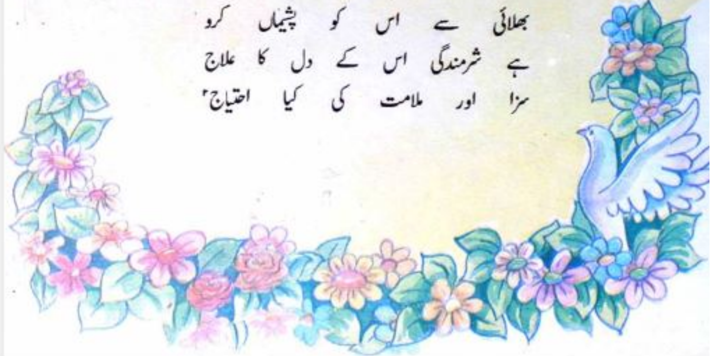


سچ ہے دنیا میں نیکیوں کی جڑ
سچ نہ ہو تو جہان جائے اجڑ
سچ کہو گے تو دل رہے گا صاف
سچ کرا دے گا سب قصور معاف
سچ سے زنہار[4] درگزر نہ کرو
دل میں کچھ خوف اور خطر نہ کرو
جس کو سچ بولنے کی عادت ہے
وہ بڑا نیک باسعادت ہے
وہی دانا ہے جو کہ ہے سچا
اس میں بڈھا ہو یا کوئی بچا
ہے برا جھوٹ بولنے والا
آپ کرتا ہے اپنا منہ کالا
فائدہ اس کو کچھ نہ دے گا جھوٹ
جائے گا ایک روز بھانڈا[5] پھوٹ
جھوٹ کی بھول کر، نہ ڈالو خو[6]!
جھوٹ ذلت کا بات ہے اخ تھو[7]!

۱۔ پیارا ۲۔ بہادر ۳۔ طاقت ۴۔ ہرگز ۵۔ بھید کھل جائیگا ۶۔ عادت
۷۔ نفرت کا کلمہ

وعظ

کرے دشمنی کوئی تم سے اگر
جہاں تک بنے تم کرو درگزر[1]
کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور
جلے کوئی اس کو جلنے دو اور
اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور
تو اقرار ٹُو توبہ کرو بالضرور
بدی کی ہو جس نے تمہارے خلاف
جو چاہے معافی تو کر دو معاف
نہیں بلکہ تم اور احساں کرو
بھلائی سے اس کو پشیماں کرو
ہے شرمندگی اس کے دل کا علاج
سزا اور ملامت کی کیا احتیاج[2]



بھلائی کرو تو کرو بے غرض
غرض کی بھلائی تو ہے اک مرض
جو محتاج مانگے تو دو تم اودھار
رہو واپسی کے نہ امیدوار
جو تم کو خدا نے دیا ہے تو دو۔۔۔
نہ خست[3] کرو اس میں جو ہو سو ہو

۱۔ معاف ۲۔ ضرورت ۳۔ کنجوسی

داناؤں کی نصیحت دل سے سنو

راوی نے ہے اس طرح خبر دی
اک شب لگی بندروں کو سردی
سردی نے دیا جو سخت آزار
جویا ہوئے آگ کے وہ ناچار
ہر چار طرف دوا دوش کی
پائی نہ کہیں دوا خلش کی
ناگہ چمکا جو کرم[1] شب تاب
اخگر اُسے جان کر لیا داب
ناچے کُودے خوشی سے باہم
تنکے پتے کیے فراہم[3]
رکھ کر اسے خار و خس کے اندر
پھونکیں لگے مارنے وہ بندر



لیکن ہوا فائدہ نہ کچھ بھی
اٹھا نہ دھواں نہ آگ سلگی
کرتے رہے پھر بھی کلم اپنا
چھوڑا نہ خیال خام[4] اپنا
صحرا میں جو اور جانور تھے
وہ تجربہ کار و باخبر تھے
سمجھانے لگے زروئے شفقت
یوں وقت کو رائیگاں کرو مت
اس کلم سے کیجئے کنارہ
جگنو کو نہ جانیئے شرارہ
سمجھانے سے وہ مگر نہ سمجھے
جب تک نہ ہوئی سحر نہ سمجھے
یاروں نے کہی تھی بات ڈھب کی
غرا کے انہیں دکھائی بھبکی
ناداں رہے رات بھر اکڑتے
سر مارتے ایڑیاں رگڑتے
جب صبح ہوئی تو شک ہوا دور
شرمندہ ہوئے بہت وہ مغرور
سن لو نہ سنے گا جو نصیحت
ہو گا وہ اسی طرح فضیحت[5]

۱۔کیڑا ۲۔چنگاری ۳۔جمع ۴۔کچا ۵۔ذلیل



برسات

وہ دیکھو اٹھی کالی کالی گھٹا
ہے چاروں طرف چھانے والی گھٹا
گھٹا کے جو آنے کی آہٹ ہوئی
ہوا میں بھی اک سنسناہٹ ہوئی
گھٹا آن کر مینہ جو برسا گئی
تو بے جان مٹی میں جان آگئی
زمیں سبزے سے لہلہانے لگی
کسانوں کی محنت ٹھکانے لگی
جڑی بوٹیاں پیڑ آئے نکل
عجب بیل بوٹے، عجب پھول پھل
ہر اک پیڑ کا اک نیا ڈھنگ ہے
ہر اک پھول کا اک نیا رنگ ہے
یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا
کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا

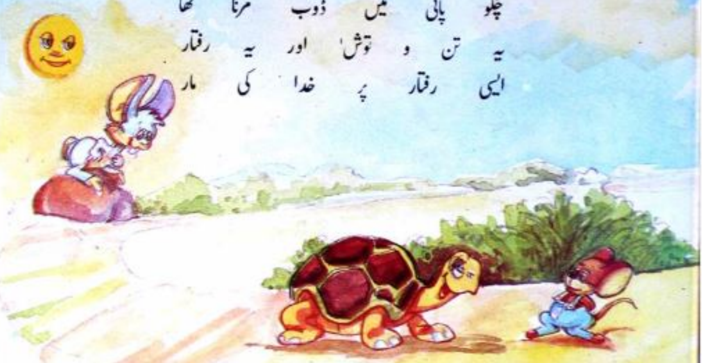


جہاں کل تھا میدان چٹیل پڑا
وہاں آج ہے گھاس کا بن پڑا
ہزاروں پھدکنے لگے جانور۔۔۔
نکل آئے گویا کہ مٹی کے پر

ا۔ورشت

کچھوا اور خرگوش

اک کچھوے کے آگئی جی میں
کیجئے سیر و گشت خشکی کی
جا رہا تھا چلا ہوا خاموش
اس سے ناحق الجھ پڑا خرگوش
میاں کچھوے تمہاری چال ہے یہ
یا کوئی شامت اور وبال ہے یہ
یوں قدم پھونک پھونک دھرتے ہو
گویا اُتو زمیں پہ دھرتے ہو
کیوں ہوئے چل کے مفت میں بدنام
بے چلے کیا اٹک رہا تھا کام
تم کو یہ حوصلہ نہ کرنا تھا
چلّو پانی میں ڈوب مرنا تھا
یہ تن و توش[1] اور یہ رفتار
ایسی رفتار پر خدا کی مار



بولا کچھوا ہوں خفا نہ حضور
میں تو ہوں آپ معترف بہ قصور
اگر آہستگی ہے جرم و گناہ
تو میں خود اپنے جرم کا ہوں گواہ
مجھ کو جو سخت سُست فرمایا
آپ نے سب دُرست فرمایا
مجھ کو غافل مگر نہ جانیئے گا
بندہ پرور برا نہ مانیئے گا
یوں زبانی جواب تو کیا دوں؟
شرط بد کر چلو تو دکھلا دوں
تم تو ہو آفتاب میں ذرہ
پر مٹا دوں گا آپ کا غرہ[2]
سن کے خرگوش نے یہ تلخ[3] جواب
کہا کچھوے سے یوں ز روئے عتاب
تو کرے میری ہمسری[4] کا خیال
تیری یہ تاب یہ سکت یہ مجال
چیونٹی کے جو پر نکل آئے
تو یقیں ہے کہ اب اجل[5] آئے
ارے بیباک، بدزباں، منہ پھٹ
تو نے دیکھی کہاں ہے دوڑ جھپٹ
جب میں تیزی سے جست کرتا ہوں
شہسواروں کو پست کرتا ہوں

گرد کو میری با و پا نہ لگے
لاکھ دوڑے میرا پتہ نہ لگے
ریل ہوں، برق[7] ہوں، چھلاوا[8] ہوں
میں چھلاوے کا بلکہ باوا ہوں
تیری میری نبھے گی صحبت کیا
آسماں کو زمیں سے نسبت کیا
جس نے بھگتے ہوں ترکی و تازی
ایسے مریل[9] سے کیا بدلے بازی
بات کو اب زیادہ کیا دوں طول
خیر کرتا ہوں تیری شرط قبول
ہے مناسب کہ امتحاں ہو جائے
تاکہ عیب و ہنر عیاں ہو جائے
الغرض اک مقام ٹھہرا کر
ہوئے دونوں حریف گرم سفر
بسکہ زوروں پہ تھا چڑھا خرگوش
تیزی پھرتی سے یوں بڑھا خرگوش
جس طرح جائے توپ کا گولا
یا گرے آسمان سے اولا
ایک دو کھیت چوکڑی بھر کے
اپنی چستی پہ آفریں[10] کرکے
کسی گوشہ[11] میں سو گیا جاکر
"فکر کیا ہے چلیں گے ستا کر"

اور کچھوا غریب آہستہ
چلا سینہ کو خاک پر گھستا
سوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے
یا بتدریج[12] چھاؤں ڈھلتی ہے
یوں ہی چلتا رہا بہ استقلال
نہ کیا کچھ ادھر ادھر کا خیال
کام کرتا رہا جو پے درپے[13]
کر گیا رفتہ رفتہ منزل طے
حیف[14]! خرگوش رہ گیا سوتا
ثمرہ[15] غفلت کا اور کیا ہوتا
جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا
سخت شرمندگی نے گھیرا تھا
صبر و محبت میں ہے سرفرازی
ست کچھوے نے جیت لی بازی
نہیں قصہ یہ دل لگی کے لئے
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے
ہے سخن اس حجاب میں روپوش[16]
ورنہ کچھوا کہاں، کہاں خرگوش

۱۔جسم ۲۔غرور ۳۔کڑوا ۴۔برابری ۵۔موت ۶۔گستاخ ۷۔بجلی
۸۔جن بھوت ۹۔کمزور ۱۰۔شاباش ۱۱۔کونہ ۱۲۔آہستہ آہستہ ۱۳۔لگاتار
۱۴۔افسوس ۱۵۔پھل ۱۶۔پوشیدہ

اور کچھوا غریب آہستہ
چلا سینہ کو خاک پر گھستا
سوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے
یا بتدریج[12] چھاؤں ڈھلتی ہے
یوں ہی چلتا رہا بہ استقلال
نہ کیا کچھ ادھر ادھر کا خیال
کام کرتا رہا جو پے درپے[13]
کر گیا رفتہ رفتہ منزل طے
حیف[14]! خرگوش رہ گیا سوتا
ثمرہ[15] غفلت کا اور کیا ہوتا
جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا
سخت شرمندگی نے گھیرا تھا
صبر و محبت میں ہے سرفرازی
ست کچھوے نے جیت لی بازی
نہیں قصہ یہ دل لگی کے لئے
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے
ہے سخن اس حجاب میں روپوش[16]
ورنہ کچھوا کہاں، کہاں خرگوش

۱۔ جسم ۲۔ غرور ۳۔ کڑوا ۴۔ برابری ۵۔ موت ۶۔ گستاخ ۷۔ بجلی
۸۔ جن بھوت ۹۔ کمزور ۱۰۔ شاباش ۱۱۔ کونہ ۱۲۔ آہستہ آہستہ ۱۳۔ لگاتار
۱۴۔ افسوس ۱۵۔ پھل ۱۶۔ پوشیدہ

ISBN-10 969-35-0685-5
ISBN-13 978-969-35-0685-3
9789693506853